ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

پروین شاکر کی غزل کا علامتی مطالعہ

A Symbolic Study of Parveen Shakir's Ghazal

1. **Dr. Nazia Sahar,** Assistant Professor Urdu Department Islamia College University Peshawar
2. **Dr. Parveen Kallu,** Associate Professor Urdu Department Government College University Faisalabad
3. **Dr.Mamuna Subhani,** Associate ProfessorUrdu Department Government College University Faisalabad (Corresponding Author)

Abstract

There are so many changing colors of the symbol in the poetry of Parveen Shakir. The color of hijr, the color of wasal and the color of dreams. Just like a movie it has motion, scenes, thriller, romance. Mono is a blocking technique of people and consciousness. The poetry continues to narrate the entire story in flashbacks. Parting is a dark and sad scene. In the background is the voice of a brahmin chasing the past moments. This voice has a wonderful magnetic appeal. And it looks like a picture. A portrait on the wall, a girl like "Khoi Khoi". The night stares at this image until night falls and then in a moment of imagination places her lips on it, When the eyes open, the image disappears from sight and the eye wanders in the deserts in search of this image. Eventually that eye becomes a desert.

***Key Words**: Symbolic Study, Parveen Shakir's Ghazal, color of hijr, the color of wasal, color of dreams, motion, scenes, thriller, romance, Mono, flashback, "Khoi Khoi",*

پروین کے ہاں شعری تجربہ علامات کی صورت میں بھی موجود ہے اپنی غزل میں کچھ ایسی علامتیں استعمال کرتی ہے جن سے اس کے شعری وجد ان کے بہت سے پہلو ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

مثلاً "خوشبو"،اس علامت کو برتنے میں شاعرہ نے متنوع جہتیں اختیار کی ہیں۔ جو اس کی قادر الکلامی پر دال ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس علامت یعنی خوشبو کے استعمال میں اس کا متخیلہ روشن تازہ اور نہایت زندہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی غزل میں احساس کی لو تابندہ نظر آتی ہے۔

خوشبو بذات خود مجرد حقیقت نہیں ہے۔ احساس کیفیات جذبات اور تجربات اسے ایک وجود عطا کرتے ہیں۔ شیشے کی بوتل میں بند خوشبو کا جو وجود ہے وہ احساس کی سطح پر پیش کی جانے والی خوشبو سے بے حد مختلف ہے۔ شاعرہ ان زندگی کے اولین نسائی جذبات کے بیان سے لے کر ایک پختہ کار فرد کی حیثیت سے اس علامت کو جانچا پر کھا اور برتا ہے۔ زندگی کی مختلف کیفیتوں سے گزرتے ہوئے خوشبو کا ہاتھ تھامنے والی عورت محبت کے سارے رنگوں میں وفاؤں کے اژدھام سے لے کر بے وفائی کی زہرناکی تک اسے محسوس کرتی ہے۔ وہ خوشبو کے ساتھ اپنے شعری تجربات کے سارے سفر کا اہتمام کرتی ہے۔ کہیں بھی پوری غزل میں اس علامت کا وجود نا پید نہیں ہونے پاتا پہلا مجموعہ جو خود اپنی ذات میں خوشبو ہے۔ دوسرا مجموعہ جس میں صد برگ خوشبو سے لپٹے ہوئے ہیں۔ تیسرا مجموعہ جس میں ساری خود کلامی خوشبو میں رچی بسی ہوئی ہے۔ چوتھا مجموعہ انکار جو خوشبو سے دور رہنے سے صاف برات ہے۔ اور پھر ماہ تمام جو اپنے عکس کی طرح خوشبو سے روشنی تک کا سفر ہے۔ کف آئینہ ہتھیلی پر رکھا ایسا آئینہ ہے جو اپنی تمام تر عکسی کیفیات میں خوشبو کا مظہر ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

پروین نے اس علامت کے ذریعے اپنے اشعار کو حیات ابدی بھی عطا کی ہے۔ خوشبو کی علامت بھی زندگی کے حسن کا ایک ایسا حصہ بن گئی ہے کہ آئیندہ آنے والا محقق خوشبو کے عناصر کو کبھی بھی شعری وجد ان کے تعلق سے نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ نسائی جذبات کے بیان میں خوشبو کی جدت کو جس طرح پیش کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔مثلاً:

پیرہن میرا مگر اس کے بدن کی خوشبو
اس کی ترتیب ہے ایک ایک شکن کی خوشبو

شاعرہ کے ہاں رومانویت کے بطن سے پھوٹنے والی خوشبو کی علامت نہ صرف نسائی جذبات کے لیے استعمال ہوتی ہے بلکہ اس نے محبوب کے تصور کے لیے بھی جو شبیہ بنائی ہے وہ خوشبو کے راستے سے ہو کر گزرتی ہے۔مثلاً ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں کہ:

"لفظ خوشبوخود پروین شاکر کی شاعری کی شخصیت کا استعارہ قرار پا گیا۔"(۲)

واردات قلبی کا بیان فلسفہ محبت میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سارے معاملہ محبت کو پیش کرنے کے لیے علامت کا نظام بھی بڑا منفرد اور انوکھا ہونا چاہیے۔ تاکہ زبان کی سطح پر الفاظ فنکار کا مافی الضمیر بیان کر سکیں۔ پر دین اس معاملے میں بہت زرخیز متخیلہ کی مالک ہے۔ محبت کے استدلال کے طور پر خوشبو کی زندہ علامت کو مرکب کیفیات کے ضمن میں بڑی آسانی کے ساتھ شعر میں سمو دیتی ہے۔مثلاً:

عکس خوشبو ہوں بکھرنے سے نہ روکے کوئی
اور بکھر جاؤں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی

(۳)

فلسفہ محبت کے مختلف راز ہوتے ہیں۔ ابتدائی آشنائی سے لے کر جسم و روح کے ملن تک کے راز ، ان تمام کیفیات کی آئینہ داری مختلف طرح کے موسم کرتے ہیں۔ ان موسموں میں محبتوں کی پذیرائی کے موسم، آشنائی سے بے وفائی تک کا سارا سفر مدغم ہو جاتا ہے۔ اور اس سارے سفر کو شاعرہ جیسی حساس فنکارہ جو خود ان معاملات سے بنفس نفیس گزری ہو ۔ جس نے ٹوٹ کر محبت کی ہو اسے بیان کیا ہو بے وفائی کے ذائقے چکھے ہوں، رسوائیوں کی مالا گلے میں پہنی ہو اور شہرتوں کے آسمان کو چھوا ہو وہ جب ان احساسات کو زبان عطا کرتی ہے تو پھر سب سے معتبر علامت خوشبو نظر آتی ہے۔مثلاً:

کو بہ کو پھیل گئی بات شناسائی کی
اس نے خوشبو کی طرح میری پذیرائی کی

(۴)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

بالا شعر میں پائی جانے والی شناسائی دراصل حقیقی شناسائی ہے۔ جس نے محبت کا بھرم بر قرار رکھا فنکارہ نے حقیقت کے ہاتھ سے خوشبو کا استعارہ اس طرح اٹھا لیا ہے۔ کہ وہ خوشبو اور پروین کا نام لازم و ملزوم نظر آتے ہیں۔ کسی علامت کو وہ جب محبت کی بے بسی کیلئے استعمال کرتی ہے تو بے بھی مجسم ہو کر خوشبو کی صورت ہمارے مشام جاں کو معطر کرتی نظر آتی ہے۔مثلاً صفیہ عباد لکھتی ہیں کہ:

"اس کی شاعری کی خوشبو میں عہد حاضر کی تلخیاں بھی گھل مل جاتی ہیں۔"(۵)

بہار اور خوشبو کا رشتہ اٹوٹ ہے۔ اس طرح محبت اور محبوب کا تعلق تشریح طلب ہر گز نہیں۔ محبتوں کی خوشبوؤں کے ذریعے محبوب کے ساتھ تعلق کی مضبوطی در اصل اسرار فن کے لیے بھی اسی قدر لازم ہے۔ جس قدر خود محبت کے لئے یہی وجہ ہے کہ شاعرہ کے ہاں خوشبو کا لفظ نہ صرف علامت جذبات و کیفیات کا مظہر ہے۔ بلکہ اس کے تخیل میں عرض ہنر کے جتنے بھی رموز ہیں وہ خوشبو کے مظہر نظر آتے ہیں۔مثلاً:

سرگوشی بہار سے خوشبو کے در کھلے
کس اسم کے جمال سے باب ہنر کھلے

(۶)

بالا شعر میں فنکارہ کا شعری وجدان اپنے پیمانہ ہنر میں خوشبو کے ساتھ اثاثے کی بات کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر جو لوگ خوشبو کے ساتھ سفر کرتے ہیں جن کی زندگی کا اثاثہ خوشبو جذ بہ بھی ہے ہنر بھی ہے۔ سوچ اور فکر بھی ہے وہی لوگ زمانے کے منفی رجحانات سے زیادہ دو چار ہوتے ہیں کیونکہ زمانے کا چلن ہی کچھ ایسا ہے اچھا کہنے اور سوچنے والوں کو ہمیشہ برائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خود پروین کی زندگی اس کی بہترین مثال ہے مگر خوشبو پھیلتی ضرور ہے وہ اپنے ہونے کا احساس ضرور دلاتی ہے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہے اس لیے یہ علامت اگر رنگ جذبہ حسن اور محبت ہے تو پھر درد کی صورت بھی اسی کے اندرون موجود ہے مثلا:

خوشبوئیں مجھ کو قلم کرتی گئیں
شاخ در شاخ میرے بات کٹے

(۷)

فنکارہ نے نو خیز جذبوں کو زبان عطا کی ہے۔ وہ اپنی علامات کے گھمبیر نظام کے ذریعے چیزوں کو پیچیدہ نہیں بناتی۔ بلکہ انہیں اور زیادہ سادہ اور پر کار کر دیتی ہے۔خوشبو کی علامت بھی اسی طرح ظاہر ہوتی ہے مثلا:

پاؤں چھو کر پجاری الگ ہو گئے
نیم تاریک مندر کی تنہائی میں
آگ بنتی ہوئی تن کی نوخیز
خوشبو سمیٹے ہوئے دیویاں رہ گئیں

(۸)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

خوشبو ایک علامت ہے محبت کے زندہ و جاوید رویوں کی ۔ یہ علامت شاعرہ کی غزل میں حسی اورا کی اور کیفیتی تجربات کو بلیغ معنوی صورت میں پیش کرتی ہے۔

چاند

چاند بھی علامت کے طور پر غزل کا حصہ ہے۔ پر دین اس بات سے خوب آشنا ہے کہ چاند مرکز حسن، مرکز محبت اور بہت ساری دنیا کی تہذیبیں اس کی پرستش میں مبتلا، ہمارے ہاں بھی چاند کے ساتھ کئی تعلقات اور رشتوں کی ڈور میں باندھی جاتی ہیں۔ اُردو شاعری کا تو خیر ذکر ہی کیا خواتین شعراء نے بھی چاند کی علامت کو خوب برتا ہے۔ مگر جو تخیل کی ندرت سے بھر پور شعری پیکر تراشی کے ضمن میں پروین نے اس علامت کا اظہار کیا ہے وہ سب سے ممیز و ممتاز ہے۔

پروین کے ہاں چاند حسن کا مرکز تو یقینا ہے مگر یہی چاند درد کا پیکر بھی ہے یہی چاند درد کا درماں بھی ہے۔ یہی چاند روشنی کا بلیغ استعارہ بھی ہے اس چاند کے چہرے سے زندگی کو تابندگی عطا ہوتی ہے۔ پر اگر یہی چاند گہنا جائے تو حیات بے ثمر کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ شاعر ایک ذہین فنکارہ ہے وہ کسی بھی علامت کی پہلو داری کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ مگر یہاں ایک حقیقت بھی مجسم ہے کہ اس نے جس بے ساختگی کے ساتھ اس علامت کو برتا ہے وہاں اس کا تخیل بھی اپنی پرواز کے پر تول نہیں سکتا ایک محقق جب اس کی غزل کا مطالعہ کرتا ہے تو سطور سے لے کر بین السطور تک کا سفر اس کے پیش نظر رہتا ہے۔ مگر واقعا ایک محقق بین السطور سے بڑھ کر فنکار کے متخیلہ سے جاری ہونے والی تصویری و شعری صورت گری بھی کرتا ہے۔ تو ایسے میں چاند کی علامت نہ صرف کلاسیکل نظر آتی ہے بلکہ جدت کے حقیقی معنی لے کر ابھرتی ہے۔ چاند کی علامت ماہ زندگی کی صورت اردو شاعری میں محفوظ ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے مگر شاعرہ کے ہاں اس کا اظہار بے قرار ہوں اضطراری جذبات کے ضمن میں پایا جاتا ہے۔ اور ایک محقق جب اس بے قراریوں اضطراری کیفیات کا بیان دیکھتا ہے تو الفاظ کی انتخابی صورت نہایت سادہ غیر مضطر اور ٹھہراؤ کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پر دین اپنی غزل میں علامت نگاری کی زبان کو بھی مطہر کرتے ہوئے اظہار یے اپناتی ہے اس کی مہذب فطرت یہاں بھی گل کاریاں کرتی نظر آتی ہے۔مثلاً اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں کہ:

> ”انہوں نے اپنے منفرد، پر کیف، دلنشیں اور دلر با انداز سے یکسانیت کو دور کیا ہے۔ جو مروجہ موضوعات اور اسالیب کو میکانکی طور پر دہرانے سے پیدا ہوتی ہے۔“(۹)

چاند بھی میری کروٹوں کا گواہ
میرے بستر کی ہر شکن کی طرح

(۱۰)

سارا جوار بھاٹا میرے دل میں ہے مگر
الزام یہ بھی چاند کے سر جانا چاہیے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

(۱۱)

مجھ کو تسلیم میرے چاند کہ میں
تیرے ہمراہ ہوں گہن کی طرح

(۱۲)

وہ چاند بن کے مرے ساتھ ساتھ چلتا رہا
میں اسکی ہجر کی راتوں میں کب اکیلی ہوئی

(۱۳)

بالا تینوں اشعار علامت چاند کے ساتھ ہمیں کرب ذات کا پتہ دیتے ہیں۔ فنکارہ نے اپنے تخیل کی بلند آہنگی کو لفظی زیر دامی کے ساتھ پہلے شعر میں فراق کی رات کا عکس پیش کیا ہے۔ جبکہ دوسرے شعر میں اپنی بے بسی کی کیفیت کو رقم کرتے ہوئے اپنے چاند یعنی محبوب کو چاند ہی شمار کیا ہے۔ تیسرے شعر میں روشنی کے استعادے کو ہجر کی راتوں کا چاند بنا کر اپنا ہمسفر شمار کیا ہے۔ ان تمام کیفیات درد کے لئے چاند سے بہتر شاید ہی کوئی دوسری علامت مل سکے۔ شاعرہ کا وجد ان شعر نہایت زیرک اور دانا ہے۔ اس نے جہاں بھی محبوب کے لیے کسی مثبت پہلو کو فکری سطح پر پیش کیا ہے۔ تو وہ چاند کی علامت میسامنے لاتی ہے۔ اس کے ہاں تشبیہ کے لیے حسی پیکر تراشی کی جو صورتیں ہیں ان میں بھی چاند کی علامت دمکتی نظر آتی ہے۔ مثلاً اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

"ان کی غزلوں سے لطافت ، نزہت اور تازگی اور امیدگی کا تاثر فرد ضرور ابھرتا ہے۔
(۱۴)"

چاند اتر آیا ہے گہرے پانی میں
ذہن کے آئینے میں جیسے عکس تیرا

(۱۵)

سفر میں چاند کا ماتھا جہاں بھی دھندلا یا
تیری نگاہ کی زیبائی نے قیادت کی

(۱۶)

روشنی پائی نہیں رات بھی باقی ہے ابھی
چاند سے ربط مگر ٹوٹ رہا ہو جیسے

(۱۷)

چاند آ مل کے منائیں یہ شب
آج کی رات تیرے ساتھ کٹے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

(۱۸)

چاند روشنی سے اس نے لکھی
میرے ماتھے پہ ایک بات عجیب

(۱۹)

بالا پہلے شعر میں چاند نہ صرف علامت ہے بلکہ ایک بلیغ استعارہ بھی ہے۔ ذہن کے آئینے میں محبوب کے عکس کو گہری پانی میں ہلکورے لیتے چاند سے تشبیہ دینا شاعرہ کے حسن تخیل کی علامت ہے۔ دوسرے شعر میں سفر حیات کے دوران چاند سے راستہ پوچھنے اور جانے کی روایت موجود ہے مگر علامت در علامت کے تحت اس کے حسن کو محبوب کے حسن کے سامنے ماند قرار دے دینا بھی ایک بلیغ علامت ہے۔ اسی طرح تیسرے شعر میں زندگی کا روشنی سے تعلق رات کا چاند سے تعلق اور اگر یہ تعلق پختہ تر نہ ہو۔ تو پھر زندگی سے روشنی کا امکان ناپید ہو جاتا ہے۔ چوتھے شعر میں زندگی کے اہم ترین لمحات جو حاصل حیات ہو سکتے ہیں۔ وہ اگر چاند کے ساتھ گزار دیے جائیں تو پھر وہ شمر ور نہیں تو بے شمر اسی طرح پانچویں شعر میں شاعرہ نے اپنے نام کی نسبت سے اس علامت کو برتا ہے چاند کے ساتھ ستارے کا مسلسل ہونا، اور پورے آسمان کا اس مہ و پر دین کا رقیب بن جانا ایک خوبصورت علامت ہی نہیں بلکہ ایک ایسی درد بھری کہانی بھی ہے جو خود پر وین کی آپ بیتی پر مشتمل ہے۔ یہ کہانی چاند کی علامت کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہے اور ماہ تمام نہ صرف کلیات کا نام ہے۔ بلکہ ایک ایسی کہانی کی کتا ہے جب چاند کے بعد حسن کا تمام ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے کہ اس کے بعد حسن کو نام نہیں دیا جا سکتا۔

شاعرہ نے چاند کی علامت سے حسی، کیفیاتی اور بھری تصویروں کے عکس بنا کر انہیں بطور احساس شعر میں رواں دواں کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی علامتیں انوکھی نہ ہونے کے باوجود بھی تازہ و پر کار ہیں۔

ڈاکٹر محمد علی صدیقی لکھتے ہیں کہ:

"پروین شاکر کی شاعری ہر موسم میں نئے مفاہیم کے برگ و بار لاتی ہے۔"(۲۰)

تتلی

یہ علامت بھی پروین نے بڑی خوبی اور خوبصورتی کے ساتھ استعمال کی ہے۔ تلی رنگ ناز کی اور حسن کی علامت کے طور پر اشعار میں نظر آتی ہے۔ مگر شاعر و نے اس کا استعمال حو صلے، ہمت اور اونچی اڑان کے تناظر میں کیا ہے۔ پروین کے ہاں علامت اپنے اصلی معنوں کے ساتھ جب بھی سفر کرتی ہے تو اس کے متوازی مجازی معنے بھی متواتر سفر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا تخیل علامت نگاری کے ضمن میں لفظوں کے انتخاب میں بہت محتاط متوازن اور معتدل نظر آتا ہے ۔ پروین نے انیسویں صدی کے صنعتی انقلاب میں آنکھ کھولی ہے اس کے ارد گرد زندگی کے متنوع معنی موجود ہیں۔ اس کی پرورش و پرداخت ایک خاص ماحول میں ہوتی ہے اور عملی زندگی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کی کاوشیں اور کٹھنائیاں اسے حقیقی زندگی سے ملوادیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں ہونے والی حقوق نسواں کی پر مغز کوششیں اور اسکا اپنا نسائی شعور اسے حقیقی جذبوں کی کشش کا پتا دیتا ہے۔ وہ محبت کی گہرائی اور گیرائی کو اپنا متخیلہ کی لو سے محسوس کرتے ہوئے شعری پیکر تراشی کرتی ہے۔ایسے میں اس کی علامت زندگی کی غماز ہے۔

اس نے زندگی میں ذوق و شوق شعر کے ساتھ ہی شوق سفر بھی پایا ہے۔ وہ مردانہ وار حیات کرنے کی قائل ہے۔ اس کی پرواز تتلی کی پرواز سے یوں بھی ملتی ہے کہ نازک احساسات و جذبات رکھنے والی عورت نازک سی تتلی سے کیسا رشتہ استوار رکھتی ہے۔ تتلی کی طرح یہ عورت بھی تو رنگ وہ حسن کا پیکر ہے۔ اگر تتلی اپنی اڑان میں پس و پیش نہیں کرتی تو پھر یہ عورت ایسا کیسے کر سکتی ہے۔ مثلاً:

تتلی سے میرا پیار کچھ ایسے بھی بڑھا ہے
دونوں میں رہا لذت پرواز کا رشتہ

(۲۱)

تتلی کے لبوں اور گلابوں کے بدن میں
رہتا ہے سدا ایک چھوٹے سے راز کا رشتہ

(۲۲)

شہر گل میں ہواؤں نے چاروں طرف اس قدر ریشمیں جال پھیلا دیئے
تھر تھراتے پروں میں شکستہ اڑانے سمیٹے ہوئے تتلیاں رہ گئیں

(۲۳)

فنکارہ نے تتلی کی علامت کو اپنے سارے شعری سرمائے میں خوبی و خوبصورتی کے ساتھ برتا ہے۔ محقق اس علامت کو صرف نظر کرتے ہوئے کبھی بھی مطالعہ غزل نہیں کر سکتا۔مثلا شعر دیکھئے:

تتلی کی طرح جو از چکا ہے
وہ لمحہ کہاں سے کھوج لاؤں

(۲۴)

چڑیا کی علامت بھی پروین کی غزل اور نظم دونوں میں جاندار طور پر استعمال ہوئی ہے۔ چڑیا ایک نازک سا پرندہ ہے تنکا تنکا جمع کر کے گھر بناتا ہے محنت و لگن کا استعارہ ہے۔ شاعرہ کی اپنی زندگی مسابقت و لگن کا نمونہ تھی۔ وہ محنت کرنے پر ایمان رکھنے والی اور دوسروں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کو درس محنت دینے والی عورت تھی۔ اس نے اپنی ابتدائی تعلیمی مساعی کے ساتھ ہی محنت کا در باز کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ عائلی گھریلو زندگی میں ناکامی کو اپنے دست و بازو کے زور پر کامیابی میں بدل دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مگر اس نے کیا اس طرح محبتوں میں مساعی کی ایک پوری داستان اس کی زندگی کا حصہ ہے گھر بنانا اور سنبھالنا یہ سب چڑیا کی زندگی سے میل کھاتا نظر آتا ہے۔ مثلاً اختر حسین جعفری لکھتے ہیں:

" اپنے چہرے کی متلاشی چڑیا کا بیان کرب ہے۔"(۲۵)

میں چڑیا کی طرح دن بھر تھکی ہوں
ہوئی ہے شام تو کچھ دیر سو لوں
(۲۶)

شاعرہ کے ہاں چڑیا کی طرح کچھ اور علامتیں بھی ہیں۔ جو بے بسی مجبوری مگر محنت اور عزت کی زندگی کے حصول کے لیے استعارہ بھی بن جاتی ہیں۔ مثلاً ہوا، دعا اور باد صبا کی علامت۔ ان تینوں علامتوں کے ذریعے بھی اس نے زندگی کی مشکلات مسائل اور ان کے لیے جہد مسلسل کا رویہ اپنایا ہے۔مثلا:

تراش کر مرے بازو اڑان چھوڑ گیا
ہوا کے پاس برہنہ کمان چھوڑ گیا
(۲۷)

ہوا

ہوا کا استعارہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کی علامت بن کر غزل میں نمایاں نظر آتا ہے۔

یہ ہوا کی سرد مہری تھی کہ میرے دل کا خوف
جم گیا ہے ہونٹ پر تنفس حرف کا
(۲۸)

ہوا یادوں کے طلسم کو باز کرنے والی ہوا انفس کے بحال رکھنے والی، ہوا کھوئے ہوئے کا پتہ دینے والی، اور ہوا وجود سے ناموجود تک کے سفر میں ساتھ دینے والی یہ وہ تمام صورتیں ہیں جو ہوا کی علامت کو غزل میں زندہ کرتی ہیں۔ شاعرہ کا شعری وجدان نہ صرف پختہ ہے بلکہ تخیل آفریں بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے ہوا کو نہایت بسیط پیرائے میں علامت کی صورت عطا کی ہے۔ اسی طرح دعا بھی کئی جگہوں پر نمایاں علامت کی صورت نظر آتی ہے۔مثلا :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہتھیلیوں کی دعا پھول لے کے آئی ہو
کبھی تو رنگ میرے ہاتھ کا حنائی ہو

(۲۹)

بادصبا

باد صبا کی ترکیب بطور علامت و غزل میں نہایت بلیغ اشارہ کی حامل ہے ۔ خوشی ، سر مستی ، ذوق و شوق اور انتظار کی لذت کے ساتھ ہجر و فراق کے لیے بھی اس علامت کا استعمال ملتا ہے مثلا:

زخم ہی کھولنے آئی ہے تو عجلت کیسی
چھو میرے جسم کو اے باد صبا آہستہ

(۳۰)

اسی طرح ایک اور علامت غزل کے در یچے سے جھانکتی نظر آتی ہے وہ ریت کی علامت ہے۔ ریت بے ثباتی حیات کی طرح نظر و مسائل کے ادل بدل پر بھی استعمال کی گئی ہے۔ اس علامت کا استعمال بڑی چابکدستی اور فنکارانہ انداز کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مگر ہمیں شعر میں بو جھل پن کا احساس نہیں ہو تا بلکہ سادگی و پر کاری کا احساس پایا جاتا ہے۔مثلاً:

قدم توریت پر ساحل نے بھی نہ رکھنے دیا
بدن کو جکڑے ہوئے صرف ایک بھنور ہی نہ تھا

(۳۱)

بارش

بارش شاعرہ کی غزل میں ایک اور نمایاں علامت ہے۔ بارش نمو اور بالیدگی کی جان ہے۔ ارض کائنات پر اگر بارش کا وجود نہ ہو تو حیات کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ انسانی زندگی کو بھی بارش متاثر کرتی ہے انسانی جذبات و احساسات اس وقت زیادہ وسیع وبسیط ہو جاتے ہیں جب ایک شاعر کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔ بہت سے خوبصورت موسم ایسی بارش کے باعث زندگی پاتے ہیں۔ اور بہت سے خوبصورت جذبے اور احساسات اسی بارش سے نمو کشید کرتے ہیں۔مثلاً:

عجیب شخص تھا بارش کا رنگ دیکھ کے بھی
کھلے دریچے پہ اک پھول دان چھوڑ گیا

(۳۲)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

بین السطور بارش کی علامت کا جاندار استعمال بھی شاعرہ کی فنکارانہ اہمیت کی دلیل ہے۔مثلاً

اترنے پائے گا قوس و قزح کے تھام کے ہاتھ
سواد حرف میں کب عشق بے پہر کا رنگ

(۳۳)

پروین زندگی کے مختلف ادوار کی طرح علامتوں کی سطحیں اور علاقوں کا ایک نظام بھی مرتب کرتی ہے۔ اس کی غزل میں خوشبو اگر محبت کے سفر کو لے کر زندگی کا آغاز کرتی ہے تو پھر زندگی میں ہجر و فراق کی علامت شام کی صورت اترتی ہے۔ اور یہ شام، شام غریباں تک جا پہنچتی ہے۔ شام سے ذرا پہلے خیمہ و جاں کی علامت ہے۔ جہاں ان لشکریوں سے مقابلہ ہے جو حیات کی سچائیوں کو نابود کرنا چاہتے ہیں اس مقابلے میں نوحہ کناں ہونے کی آواز بھی بطور علامت ملتی ہے۔ وہ نامہرباں موسموں پر نوحہ کناں بھی ہے۔ اسے معلوم ہے زندگی کے دوراہے پر نا انصافیوں، ظلم و ستم رنج و الم اور دکھوں کی چادر تان دینے والے حالات پر کیسے ماتم کناں ہو نا پڑتا ہے۔ شام غریباں کی علامت اس نے کربلا سے اٹھائی ہے۔ اسے پتہ ہے کہ غریبوں پر شام آجائے تو سروں سے چادریں چھین کر بے بس اور مظلوم لوگوں کو طوق در سن سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔ رات کو جہاں بھی اس نے علامت کے لیے استعمال کیا ہے وہاں دو ہی پہلو نظر آتے ہیں ایک رات جو ظلم وزیادتی کے اندھیروں سے پھٹ کر صبح روشن کی نوید بن جاتی ہے۔ اور دوسری وہ رات جو محبت کرنے والوں کی سرگوشی کی صورت آنکھوں میں کٹ جاتی ہے۔

یاد بطور لفظ تو اکثر استعمال ہوتا ہے مگر اس نے یاد کے اسم اعظم کو علامت کے لئے برتنے کی سعی جاندار کی ہے۔ اسے معلوم ہے یہ زندگی کے فکر کا پورا ایک علاقہ گھیر لیتی ہے۔ اور اس کے ذریعے انسان ماضی کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔ حال کو سمجھتا اور مستقبل کو دیکھتا ہے۔ اس نے کچھ علامتیں جانوروں اور پرندوں کے ذریعے بھی تراشی ہیں۔ پرندوں میں چڑیا جسے ہم پہلے دیکھ چکے ہیں فاختہ اور تیتری بے بسی کمزوری مگر محبت کی علامتیں ہیں۔ وہ وہ تیتری کو بے فکری اور اپنی اڑان میں مست رہنے کی صورت پیش کرتی ہے۔ جبکہ بھیڑ یا ابو الہوس کی صورت غزل میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح سانپ ڈنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ بعض اوقات پورا معاشرہ وہی سانپ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔مثلاً:

میں اتنے سانپوں کو رستے میں دیکھ آئی تھی
کہ تیرے شہر میں پہنچی تو کوئی ڈر ہی نہ تھا

(۳۴)

بہار

بہار اس کے ہاں ہمیشہ اسم بامسمی نہیں ہوتی کبھی یہ علامت سکھ کی داعی اور کبھی دکھ دادن کی مظہر ہے ۔ گلاب ہمیشہ خوشبو کا مظہر ہے مگر کبھی کبھی اس علامت کے ذریعہ سے موسموں کی حدتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہر حال پر دین کی غزل میں علامت نگاری کا مطالعہ محقق کے لیے خاصے کی چیز ہے۔جس کے باعث خواتین کے ہاں اس کا مقام مرتب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔احمد پراچہ، پاکستانی اردو ادب اور اہل قلم خواتین، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۲۰۰۲ ء ، ص ۳۰

۲۔پروین شاکر ، کلیات ماہ تمام، مراد پبلیکیشنز اسلام آباد ۱۹۹۴ء، ایضاً، ص ۳۷

۳۔سلیم اختر ڈاکٹر، پاکستانی شاعرات تخلیقی خد و خال سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۲۰۰۸ ء، ص ۲۶۰ ۴۔پروین شاکر ، کلیات ماہ تمام ، مراد پبلیکیشنز اسلام آباد ۱۹۹۴ ء، ص ۳۷

۵۔ایضاً، ص۳۷

۶۔صفیہ عباد، مضمون، ”پروین عہد جدید کی شاعرہ “، خوشبو پھول تحریر کرتی ہے ، مرتبہ ایم سلطانہ

اسلام آباد ۲۰۰۶ ء، ص ۷۶

۷۔پروین شاکر ، کلیات ماہ تمام ، مراد پبلیکیشنز اسلام آباد ۱۹۹۴ ء ، ص ۳۰۱

۸۔ایضاً، ص ۲۹۸

۹۔ایضاً، ص ۳۱۴

۱۰۔اسلوب احمد انصاری، حرف چند، مشمولہ پذیرائی، مرتبہ ایم سلطانہ بخش، لفظ لوگ پلیکیشنز اسلام آباد ۲۰۰۰ ء، ص ۲۲

۱۱۔پروین شاکر، کلیات ماہ تمام مراد پبلیکیشنز اسلام آباد ۱۹۹۴ ء ، ص ۳۱۴

۱۲۔ایضاً، ص ۱۸۱

۱۳۔ایضاً، ص ۳۶

۱۴۔ایضاً، ص ۵۰

۱۵۔اسلوب احمد انصاری، حرف چند، مشمولہ، پزیرائی، مرتبہ ایم سلطانہ بخش، لفظ لوک پبلیکیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۰، ص ۲۲

۱۶۔ پروین شاکر، کلیات ماہ تمام مراد پبلیکیشنز اسلام آباد ۱۹۹۴ ء ، ص ۱۷۴

۱۷۔ایضاً، ص ۱۷۵

۱۸۔ایضاً، ص ۲۴۳

۱۹۔ایضاً، ص ۲۹۸

۲۰۔ایضاً، ص ۱۱۸

۲۱۔ایضاً، ص ۱۱۸

۲۲۔ محمد علی صدیقی،ڈاکٹر ''پروین شاکر اثبات ذات کی شاعرہ''مشمولہ پزیرائی، مرتبہ ایم سلطانہ بخش لفظ لوک پبلیکیشنز اسلام آباد،۲۰۰۰،ص ۲۷

۲۳۔ پروین شاکر، کلیات ماہ تمام مراد پبلیکیشنز اسلام آباد ۱۹۹۴ ء ، ص ۲۷۱

۲۴۔ایضاً، ص ۲۷۱

۲۵۔ایضاً، ص ۲۶۲

۲۶۔ایضاً، ص ۲۲۳

۲۷۔اختر حسین جعفری،''پروین شاکر کا شعری اظہار''مشمولہ پزیرائی،مرتبہ مرتبہ ایم سلطانہ بخش لفظ لوک پبلیکیشنز اسلام آباد ،۲۰۰۰،ص ۴۸

۲۸۔ پروین شاکر، کلیات ماہ تمام مراد پبلیکیشنز اسلام آباد ۱۹۹۴ ء ، ص ۳۱۳

۲۹۔ ایضاً، ص ۲۵

۳۰۔ ایضاً، ص ۴۵

۳۱۔ایضاً، ص ۴۹

۳۲۔ ایضاً، ص ۳۱۸

۳۳۔ ایضاً، ص ۲۳

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۵